اردو بحیثیت ہند آریائی زبان

اُردو زبان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پہلے آریوں کے ہندوستان آنے کی آمد کا ذکر ضروری تھا اس سے پہلے صفحات میں ہم نے آریوں کے اصل وطن اور ان کی مختلف بولیوں کے ارتقا کے بارے میں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آریوں کی مختلف زبانوں میں اردو بھی ایک ایسی زبان ہے جس کا خمیر آریائی زبان سے اُٹھا ہے۔ جب ہندوستان کی جدید آریائی زبانیں لسانی ارتقا کے عمل میں ظہور پذیر ہوئیں تو اُردو کا سلسلہ کھڑی بولی کے توسط سے شورسینی اپ بھرنش سے ملا جو ۱۰۰۰ء کے قریب مدھیہ دیش کی سب سے مستند زبان تھی اسلئے ہند آریائی محققین نے اُردو کے کھڑی بولی روپ کی نشان دہی کا سلسلہ اَپ بھرنش کی ادبیات سے کیا ہے۔

اپ بھرنش کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس میں سنسکرت کے تت سم (خالص) الفاظ بہت کم استعمال ہوتے تھے، اب بھر نش کی یہ خصوصیت بعد میں جدید ہند آریائی زبانوں نے بھی اپنالی تھی۔ مسلمانوں کی آمد سے سنسکرت کی سحر کاری کچھ کم ہوگئی اور ہندی ادب کا وہ دور آیا جسے ''ویر گاتھا کال'' (رزمیہ عہد) کہا جاتا ہے۔ اس دَور میں طویل رزمیہ نظمیں کہنے کا رواج تھا جنہیں ''راسو'' کہتے تھے۔ اس دور کے اہم شعراء میں اکرم، فیض، نر پتی نالا، چند بردائی، مدھوکر اور شری دھر وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ''راسو'' کی زبان اگر چہ قدیم راجستھانی ہے لیکن اس میں عربی فارسی کے عام بول چال کے الفاظ جیسے محل، انعام، بنجا (نیزہ) تاجنو (تازیانہ) وغیرہ در آئے ہیں ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کی قیادت میں عرب مسلمان سندھ میں داخل ہوئے اس وقت ان کی عربی زبان سندھی کے ساتھ ملی اور جدید سندھی نے جنم لیا۔ جس کا نہ صرف رسم خط عربی تھا بلکہ عربی کے ہزاروں الفاظ اس میں مدغم ہو چکے تھے۔ اس طرح سید سلیمان ندوی کی رائے میں اُردو کا ہیولہ سندھ میں تیار ہوا تھا لسانیات کی رُو سے اتنا صحیح نہیں ہے کیونکہ محض عربی اور فارسی کا ہندوستان کی زبانوں میں داخلہ ہی اس بات کی ضمانت نہیں کہ اُردو کی تخلیق اسی عمل سے ہوئی ہے۔ دراصل جب یہ لسانی اثرات ''زبان دہلی و پیرا منش'' میں نفوذ کرتے ہیں تب اردو کا پہلا ہیولہ تیار ہوتا ہے۔ ۱۰۰۰ صدی عیسوی کے بعد مختلف اپ بھرنشوں سے مختلف جدید ہند آریائی زبانوں کے ابھار کا زمانہ شروع ہوگیا اور یہی اُردو کے ابھار کا بھی زمانہ ہے اگر چہ اس کا باقاعدہ ارتقا مسلمانوں کی فتح دہلی یعنی ۱۱۹۳ء کے بعد ہوا تاہم اس کے ابتدائی نقوش ابھرنے شروع ہوگئے تھے۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ اُردو کی اصل شورسینی اپ بھرنش ہے اور شورسینی پراکرت سے پیدا ہوئی ہے۔ شورسینی پراکرت مدھیہ دیش یعنی وسطی ہند کے حدود اربعہ میں شامل تھے اور یہاں سنسکرت زبان پروان چڑھی تھی۔ غالباً یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اُردو مدھیہ دیش کی اسی قدیم زبان کی آخری کڑی ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اردو مسلمانوں کی پیدا کردہ زبان ہے لیکن ایسا کہنا گمراہ کن نظریہ ہے۔ حالانکہ اُردو مسلمانوں کی دہلی میں آمد سے تقریباً دوسو سال پہلے اُبھری تھی یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے اس کی ترقی کی رفتار تیز ہوگئی اور ساتھ ساتھ یہ زبان نکھرنے لگی۔ ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی کا کہنا صحیح ہے کہ اگر مسلمان شمالی ہندوستان نہ آتے تب بھی جدید ہند آریائی زبانیں پیدا ہوتیں اور

آہستہ آہستہ نکھرنے لگی۔ شورسینی اپ بھرنش نے اپنے خدوخال بدل دیئے اور اس بدلاؤ سے جو زبان ابھری اور دو سو سال تک اپنی نوک پلک دُرست کرتی رہی وہ اُردو زبان تھی جو سترھویں صدی کے مکمل ہونے تک اپنے لسانی ارتقا کا پہلا دور مکمل کر چکی اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں ارتقا کے دوسرے دور میں داخل ہوئی اور انیسویں صدی کے آغاز میں اس کا معیاری روپ ابھر کر سامنے آ گیا۔

۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک اُردو کی جو شکل وجود میں آ گئی تھی اُسے ہم Pre-Urdu کہیں گے Pre-Urdu کا ڈھانچا یا کینڈا اوہٹھ کی بنیادوں پر قائم ہے جو اپ بھرنش کے دور آخر کی یادگار ہے۔ یہ نہ تو برج بھاشا ہے نہ کھڑی بولی ہے اور نہ ہی ہریانی ہے بلکہ یہ اپ بھرنش کی ایک جدید شکل ہے جسے قدیم ہندی کہہ سکتے ہیں۔ Pre-Urdu یا پیش اردو قواعد کے اعتبار سے بھی اپ بھرنش سے بہت قریب ہے لیکن رفتہ رفتہ اس میں اپ بھرنش کی قواعدی شکلیں کم ہوتی گئیں اور اُردو کی اپنی شکلیں ارتقا پانے لگیں۔ جہاں تک ذخیرۂ الفاظ کا تعلق ہے ابتدا میں اردو میں پراکرت اور اپ بھرنش کے ہی الفاظ پائے جاتے تھے۔ کہیں کہیں تت سم کا بھی میل نظر آتا ہے لیکن آہستہ آہستہ دوسری زبانوں اور بولیوں کے الفاظ بھی اُردو میں داخل ہوتے گئے۔

کسی قدیم زبان کی شناخت یا صرفی و نحوی اصولوں کے تعین کے لئے اس زمانے کے لسانی سرمائے کا ادراک رکھنا ضروری ہے جس سے اس زبان میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تاریخی تبدیلیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اُردو زبان کی لسانی تبدیلیوں کو سمجھنے کے لئے بدھ سدھوں، ناتھوں، جینوں اور گورکھ پنتھی جوگیوں کی تخلیقات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ ان تخلیقات کے مطالعے سے اس قدیم زمانے کی زبان کے بارے میں جو شمالی ہند میں رائج تھی کافی حد تک معلومات فراہم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ہیم چندر نے شبدانوشاسن میں مغربی اپ بھرنش کے آخری دور کے کچھ ادبی نمونے محفوظ کر دیئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور کی زبان اُردو کے ڈھانچے میں کس حد تک ڈھل رہی تھی۔

یہ بات آپ کو یاد ہوگی کہ اُردو کا باقاعدہ آغاز ۱۱۹۳ء میں ہوا ہے اور اسی زمانے میں دہلی فتح ہوئی ہے۔ اس دور میں مسلمان پنجاب سے آ کر دہلی میں سکونت کرنے لگے اور اس طرح نو وارد لوگوں میں کچھ لوگ عربی بولنے والے تھے اور کچھ فارسی و ترکی بولتے تھے لیکن اکثریت ان لوگوں کی تھی جو پنجابی بولتے تھے۔ دہلی اور نواحِ دہلی میں اس وقت چار بولیاں بولی جاتی تھیں، یعنی ہریانی، میواتی، کھڑی بولی اور برج بھاشا۔ مختلف قسم کے مقامی اور غیر مقامی لسانی اثرات یا امتزاج نے ایک زبان کی ایک نئی شکل وجود میں لائی جو ابتدا میں ہندوی، ہندی، ریختہ اور بعد میں اردو کہلائی۔ اگرچہ اُردو کسی نہ کسی صورت میں ۱۰۰۰ء سے شمالی ہندوستان میں موجود تھی لیکن اس کی ابتدا باقاعدہ ۱۱۹۳ء میں ہی ہوئی ہے۔

شمالی ہندوستان کی آریائی زبانوں کی سلسلہ وار تاریخ کے حوالے سے ہم بتا چکے ہیں کہ کس طرح اپ بھرنش کے اندر ہی جدید آرائی زبانوں کے روپ جھلکنے لگے تھے۔ اس عہد کے شورسین دیس (متھرا کے اردگرد کا علاقہ) کی اپ بھرنش (شورسینی اپ بھرنش) کی ادبی حیثیت سے بہت فروغ تھا جس کی شہرت بنگال سے پنجاب تک تھی۔ اسی شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا جو ۱۰۰۰ء کے قریب ایک مستقل زبان کی حیثیت حاصل کرتی ہے مغربی ہندی کی وہ بولی جو انبالہ اور روہلکھنڈ میں بولی جاتی ہے گریرسن اسی کو ہندوستانی کہہ کر پکارتے ہیں۔ مغربی ہندی اور ادبی ہندوستانی (اُردو) میں چولی دامن کا ساتھ ہے لیکن اس کے باوجود دونوں کے

درمیان لسانی اعتبار سے بعض اختلافات پائے جاتے ہیں مغربی ہندی یا بولی ہندوستانی میں ایک ہی مفہوم کے لئے کئی کئی محاورے پائے جاتے ہیں جن میں بعض کو ادبی سنّد مل جاتی ہے اور بعض متروک قرار دیئے جاتے ہیں جبکہ ادبی ہندوستانی میں عربی فارسی الفاظ اسقدر مدغم ہوگئے ہیں کہ اس کا مزہ ہی بدل گیا ہے ادبی ہندوستانی (اردو) اور بولی ہندوستانی کے درمیان تلفظ کے بھی اختلاف پائے جاتے ہیں۔

ہم اردو بحیثیت ایک ہند آریائی زبان کے موضوع پر بات کررہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو ہند آریائی کی ایک جدید زبان ہے جو اَپ بھرنش سے نکلی ہے حالانکہ ابتداء میں اَپ بھرنش ان پڑھوں کی زبان کو کہتے تھے۔پتن جلی نے اپنی ''مہا بھاش'' میں اس بات کا ذکر ان معنوں میں کیا ہے۔اس کے خیال میں اس زبان میں بگڑے ہوئے الفاظ کی تعداد خالص سے کہیں زیادہ ہوتی تھی، سنسکرت کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی اَپ بھرنش ملتے ہیں۔پتن جلی یہاں اَپ بھرنش سے وہ الفاظ مراد لیتا ہے جو سنسکرت کے کسی ایک لفظ کے معنوں میں مختلف مقامات پر بولتے جاتے تھے۔آریا اپنی زبان کے معاملے میں بڑے کٹر واقع ہوئے تھے۔اگرچہ اب بھرنش ایک معمولی زبان تھی لیکن ایک زندہ اور متحرک زبان ہونے کے ناطے تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس کی طرف راغب ہوگیا ۸۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک ارتقائی منزلیں طے کرتی ہوئی اَپ بھرنش ادبی زبان بن گئی چنانچہ اس دوران راجپوت اقتدار میں آگئے ان کی راجدھانی قنوج آریوں کی زد میں آچکی تھی اس لئے اپ بھرنش کا چلن ہونے لگا۔لسانیات کے کئی عالموں کا خیال ہے کہ ہندوستان کی موجودہ آریائی زبانوں کا ڈول اپ بھرنشوں کے اندر ہی پڑا اور یہ تبدیلی عظیم تاریخی اور سماجی عمل کے ساتھ شروع ہوئی۔آریائی زبانوں میں ۱۰۰۰ء کے قریب تغیر کا یہ نیا عمل اس وقت زور پکڑتا ہے جب عرب اور مسلمان کثرت سے ہندوستان آئے حالانکہ مسلمان بہت پہلے سے ہندوستان آئے تھے لیکن دسویں صدی کے اواخر میں ان کو تاریخی اور سماجی اہمیت حاصل ہوئی۔مسلمانوں کی آمد سے لسانی تبدیلیوں کی رفتار تیز ہوگئی اور جو بولیاں مسلمان بولتے ہوئے ہندوستان آئے تھے اُن بولیوں کا یہاں کی بولیوں پر براہ راست اثر ہوا۔زبان کسی بھی ملک کی سماجی اور ثقافتی زندگی کے تجزیے میں بڑی مدد کرتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ارتقا کی راہیں بھی کھولتی ہے۔

پانچویں صدی سے ساتویں صدی تک عربوں کا جنوبی ہند میں مالابار کے ساحل پر آنا معمول بن گیا تھا، اس کے بعد وہ سندھ آگئے لیکن ان کی زبان کا اثر وہاں کی زبانوں پر کچھ زیادہ نہیں پڑا البتہ کچھ مسلمان ایران کی طرف سے ہندوستان آئے جس کی تاریخی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت ہے کیونکہ مسلمان دوڈھائی سو برس سے ایران میں رہتے تھے۔ایرانی ثقافت ان کی نس نس میں رچ بس گئی تھی ان کی زبان فارسی تھی جو ایک قدیم اور بااثر آریائی زبان تھی۔ ہرش وردھن کے بعد ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا اور پنجاب کے ایک بڑے حصے کو مسلمانوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔محمد غوری کے انتقال کے بعد ۱۲۰۶ء میں غلام خاندان نے اپنی سلطنت قائم کرلی پھر خلجیوں کی حکومت قائم ہوگئی اور اس کے بعد تغلق خاندان نے اپنا تسلط جمایا۔محمد تغلق نے اپنا پایۂ تخت دہلی سے جنوبی ہند دیوگری منتقل کیا اور اہل دہلی کو حکم دیا کہ وہ دیوگری کی طرف نقل مکانی کرکے جائیں لیکن صرف ایک سال بعد واپس دہلی لوٹنے کا حکم صادر کیا گیا۔اس تمام تاریخی انتشار کا اثر اردو زبان پر بھی ہوا۔اس دوران جو مسلمان ہندوستان آئے وہ ترکی، عربی، فارسی اور مشرق وسطیٰ کی زبانیں بولتے تھے لیکن ان کے ادبی اور ثقافتی عمل کی زبان فارسی تھی اور اردو اصل میں فارسی الاصل زبان ہے۔حقیقت میں آریائی زبانوں کی ایک نکھری

زبان کھڑی بولی ہے۔ یہ دلی کے بازاروں کی زبان تھی، اس زبان میں عربی اور فارسی کے الفاظ داخل ہوتے رہے اور کھڑی بولی میں آہستہ آہستہ تبدیلی ہوتی رہی اور اس تبدیل شدہ زبان کو عام طور پر ہندوستانی کہا جاتا ہے۔ ہندوستانی زبان دو ادبی شکلیں اختیار کرتی ہے اول اردو جس میں عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اور جسے فارسی رسم الخط میں لکھا جاتا ہے دوم ہندی جس میں سنسکرت الفاظ کا زیادہ استعمال ہوتا ہے اور جسے دیوناگری رسم الخط میں لکھتے ہیں۔ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ کھڑی بولی جب نکھری تو اردو زبان بنی اور پھر ادبی اظہار کے لئے لوگوں نے اردو کو ہی استعمال کیا۔ اس لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ شورسینی اپ بھرنش سے ارتقا پانے والی زبانوں میں ایک اہم زبان اردو بھی ہے۔